علمائے اہلحدیث کی بےنظیر دینی خدمات

جمع تدوین حدیث۔ وجہاد فی الدین

(از مولوی محمد امین صاحب شوقؔ مبارکپوری فاضل رحمانیہ)

ناظرین کرام! آج دنیا میں بے شمار فرقے، گروہ و مذاہب پائے جارہے ہیں اور ہر فرقہ و مذہب والا اپنے آپ کو راہ راست اور حق پر سمجھکر بزعم باطل حقانیت کی راگ الاپ رہا ہے۔ اور دوسروں کو ہم مذہب بنانے اور توسیع حلقہ کے خیال میں شب و روز اپنا سر دُھن رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی اپنے پیشوا، ریفارمر، و قائد کے ایک قول کو بھی بسند صحیح ثابت نہیں کرسکتا۔ یہاں ایک نظر اٹھاکر یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف دیکھئے ان کی آسمانی کتاب تک محفوظ نہ رہی چہ جائیکہ کسی بات کا سلسلہ اسناد اپنے نبی یا کسی حواری تک پہنچا دیں۔ بعض باتوں کا سلسلہ اسناد یہود حضرت موسیٰ تک لیجانا چاہتے ہیں لیکن ناکامیابی ایسی کہ یا تو شمعون تک اس کا سلسلہ پہنچتا ہے یا اور بھی اس سے بیسیوں درجے نیچے رہجاتا ہے ابھی تنقید الگ ہے۔ اسی طرح عیسائی ایک مسئلہ یا ایک قول کی بھی سند حضرت عیسیٰ تک نہیں پہنچا سکتے۔ ایک مسئلہ تحریم طلاق کا سلسلہ اسناد حضرت عیسیٰ کی طرف لیجاتے ہیں لیکن سلسلہ سند ایسا مجہول اور معیوب ہے کہ سینکڑوں کذاب اور مجہول العین واسطے بیچ میں آتے ہیں کہ تنقید کی گنجائش کہاں۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُصَدِّقُوْهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ "یعنی نہ ان کو سچا کہو اور نہ جھوٹا" غرض یہی ایک چیز ان کے مذہب کے بطلان کی بجائے خود بہت بڑی دلیل کہی جاسکتی ہے۔ بخلاف اہل اسلام کے کہ ان کے پاس ان کے ریفارمر، قائد اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمیع اقوال و افعال حتیٰ کہ حرکات وسکنات سب کچھ صدیاں گذرجانے کے باوجود بھی ٹھیک اسی طرح محفوظ اور مامون ہیں جس طرح ہادی اعظم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حین حیات میں تھیں۔ جن کے مجموعہ کو محدثین کی اصطلاح میں "حدیث" کہتے ہیں اور محفوظ کیوں نہ رہیں؟ اصحاب رسول اللہ جن کو خدا نے اسی کام کیلئے پیدا کیا تھا۔ جن کی قوت حافظہ کی نظیر آج دنیا میں ملنی محال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وتقریرات کے دلدادہ ہوتے، رسول اللہ کو ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑتے، حضر، سفر، سوتے جاگتے صحت، مرض ہر حالت میں آپ کے حرکات وسکنات اقوال وافعال پر نگاہ رکھتے اور بنظر عمل دیکھتے۔ جب خلوت کا وقت ہوتا اس وقت کی نگہبان ایک چھوڑ نو بیبیاں تھیں اور جناب رسول اللہ کا مکان حقیقت میں تعلیم نسواں کا ایک مدرسہ تھا اور امہات المومنین اس کی طالبات تھیں۔ جن کے معلم خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ عورتیں اسلامی احکام کی شائق ویسی ہی تھیں جیسے آپ کے اصحاب، ان میں سب سے بڑھا ہوا نمبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا جن کا شمار فقہائے مجتہدین میں کیا گیا ہے۔ غرض کوئی قول وفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا وہ کام جو آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے

اس سے انکار نہ فرمایا، یا وہ بات جو آپ کے سامنے کسی نے کہی اور آپ نے انکار نہ فرمایا ایسا نہ تھا کہ آپ کے اصحاب یا کسی صحابیہ یا آپ کی بی بیوں کے صفحات قلب پر پتھر کی لکیر کی طرح کندہ نہ ہوگیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت راشدہ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ میں احکام شرعیہ نافذ کرنے، حدود شرعیہ جاری کرنے، خصومات فیصلے کرنے، مسائل بتلانے کیلئے محضر صحابہ میں ایک ایک صحابی سے پوچھا جاتا کہ کسی کو اس بارے میں کوئی قول و فعل یا تقریر دربار رسالت کی معلوم ہو تو بیان کرے۔ اگر کسی نے بیان کیا تو نہایت تشدد سے کام لیا جاتا ہے۔ اور بڑی سختی سے جرح کے سوالات کئے جاتے تاکہ وہم وشک کی گنجائش نہ رہے۔ حدیث کے ساتھ یہ انتظام اور احتیاط خلفائے راشدین کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اور برابر تدوین تک جاری رہے۔ تابعیوں میں رفض۔ خروج۔ ارجاء۔ قدر۔ اعتزال کے قصے چھڑ گئے لوگوں کے جھوٹ پکڑے گئے تو بنا بر آیہ کریمہ اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا (حجرات ع ۱) (اگر کوئی فاسق کوئی خبر لیکر آئے تو اس کی تحقیق کر لو) اور بھی تشدد شروع ہوگیا۔ اور جملہ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ (اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہدیتا) زبان زد عام وخاص ہوگیا۔ اسلئے سلسلہ اسناد ایک مستقل فن قرار دیا گیا جس کی بیسیوں شاخیں ہیں۔ المختصر جس طرح مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن) تحریف اور دیگر خرابیوں سے محفوظ رہی۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور احوال بلکہ آپ کے صحابہ وتابعین کے اقوال واحوال بھی ذرہ ذرہ محفوظ رہے۔ اور جوں جوں زمانہ گذرتا گیا محدثین استحفاظ کے قوانین میں بھی سختی بڑھاتے گئے اور تشدد زیادہ کیا گیا۔ آخر میں قوانین استحفاظ فن کی صورت میں مدون ہوکر" **اصول حدیث**" سے نامزد ہوگئے۔ اور آج یہی (مجموعہ) فرزندان اسلام کے پاس ایک ایسا انمول وبیش بہا خزانہ ہے کہ جسے بازار عالم میں کسی قیمت پر بھی نہیں خریدا جا سکتا ؎

هٰذَا الْكِتَابُ لَوْ يُبَاعُ بِوَزْنِهٖ + ذَهَبًا لَكَانَ الْبَائِعُ مَبْغُوْنَا

اور یہ مایہ ناز اور بیش بہا خزانہ مسلمانوں کو محدثین کرام کی برکت سے نصیب ہوا ہے۔ اور یہ معدن اسلام اسی جماعت محدثین کرام کا رہین منت ہے۔ اس جماعت نے اپنی زندگی کا مقصد ہی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرکے لوگوں میں پھیلانا قرار دیا۔ اور اس فرقہ نے اپنا واحد پروگرام اور نصب العین ہی یہ رکھا کہ بجائے قَالَ فُلَانٌ قَالَ فُلَانٌ کے قَالَ اللّٰهُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے سرمدی نغموں سے اجڑی ہوئی محفل کو پھر رونق دی جائے۔ یہی وجہ تھی کہ ان عاشقان احادیث نے ایک ایک حدیث کیلئے بحر وبر کی دلدوز جگر سوز تکلیفیں اٹھائیں۔

ناظرین کرام! تھوڑی دیر کیلئے جسمانی آنکھیں بند کرکے تصور کی آنکھیں کھول لیجئے اور چند صدیاں پیچھے ہٹ کر دنیا کی حالت پر نظر ڈالئے۔ یہ کیسی دنیا تھی؟ انسان انسان کے درمیان تعلق کے ذرائع کتنے محدود تھے۔ اس وقت نہ تار تھا نہ ٹیلیفون تھا۔ نہ ریڈیو، نہ ریل، نہ موٹر، نہ ہوائی جہاز تھے نہ مطابع اور اشاعت خانے تھے، نہ کتابیں کثرت سے لکھی جاتی تھیں اور نہ کثرت سے ان کی اشاعت ہوتی تھی۔ آج جو باتیں ہر کس وناکس کو معلوم ہیں وہ اس زمانے میں برسوں محنت وتحقیق کے

بعد معلوم ہوتی تھیں۔ان حقائق کو سامنے رکھکر آپ غور کرسکتے ہیں کہ محدثین کو جمع و تدوین احادیث میں گوناگوں تکالیف سے کس طرح دوچار ہونا پڑا ہوگا۔یہاں تحصیل حدیث کے چند واقعات لکھدینے ضروری معلوم ہوتے ہیں تاکہ ہمارے معزز ناظرین خود اندازہ کرلیں کہ اس زمانہ میں شوق حدیث نے انھیں کس حد تک مدہوش بنا رکھا تھا۔

عبداللہ بن بریدہؒ کہتے ہیں کہ ایک صحابی مدینہ سے سفر کرکے مصر میں فضالہؓ بن عبید کے پاس (جو ایک دوسرے صحابی ہیں) پہنچے اور ملاقات ہوئی تو دیکھا کہ اپنی اونٹنی کو گھاس کھلارہے ہیں فضالہ نے دیکھتے ہی سلام و مصافحہ کے بعد مرحبا (خوش آمدید کہا) یہ سنکر صحابی مذکور نے فضالہ سے کہا "لَمْ آتِكَ زَائِرًا" میں آپ کے پاس ملاقات کی غرض سے نہیں آیا ہوں بلکہ اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ اور میں دونوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی۔مجھے امید ہے کہ آپ کو یاد ہوگی۔آپ بھولے نہ ہوں گے فضالہ نے پوچھا کونسی حدیث؟ کہا فلاں حدیث! کہا ہاں ہاں مجھے یاد ہے۔جابرؓ بن عبداللہ (ایک جلیل القدر صحابی ہیں) کہتے ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پہنچی جسکو میں نے بالمشافہ آپ سے نہیں سنا تھا۔اس کی تحقیق کیلئے میں نے ایک اونٹ خریدا اور اس پر پالان کس کر ایک ماہ کا سفر قطع کرکے ملک شام میں داخل ہوا عبداللہ بن انیسؓ (صحابی) کے دروازہ پر پہنچکر دربان سے کہا اندر جاکر خبر کردو کہ جابر دروازہ پر کھڑا ہے۔دربان نے خبر کی حکم ہوا کہ دریافت کرو کون جابر؟ کیا جابر بن عبداللہ؟ جابر نے کہا ہاں۔عبداللہ بن انیس یہ سنکر بہت جلدی میں کپڑے سنبھالتے ہوئے نکلے۔سلام و معانقہ کے بعد جابر نے پوچھا تمہاری روایت سے مجھے ایک حدیث درباره قصاص پہنچی ہے۔جسکو میں نے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے مجھے خوف ہے کہ مبادا میری یا تمہاری موت آجائے اور اس دولت سے محروم رہ جائے۔یہ سنکر عبداللہ بن انیس نے وہ حدیث بیان کردی۔ابو العالیہ کہتے ہیں کہ "ہم لوگ بصرہ میں جن حدیثوں کو سنتے پھر مدینہ انھیں تحقیق کیلئے سفر کرتے کہ صحابی سے بلاواسطہ سنیں" ابراہیم ادھمؒ جو بہت بڑے بزرگ اور ملنے ہوئے صوفی ہیں فرماتے ہیں ان اللہ یرفع البلاء عن ھذہ الامۃ برحلۃ اصحاب الحدیث" یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امت سے بلاؤں کو اصحاب حدیث کی طلب حدیث میں دور دور کے سفر کی مشقتیں برداشت کرنے کی وجہ سے اٹھا لیا ہے۔محدثین کی محنت اور

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا + لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا + کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانوں + نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو + اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازن علم و دیں جس بشر کو + لیا اس سے جاکر خبر اور اثر کو
پھر آپ اسکو پرکھا کسوٹی پہ رکھکر + دیا اور کو خود مزا اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا + مناقب کو چھانا مثالب کو تایا

مشائخ ہیں جو قبح نکلا جتایا + ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا + نہ مُلّا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر + گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر

یہ تو متقدمین کا حال تھا۔ عہد متاخرین میں جبکہ فتنۂ عظیم (تاتار) اور تفرق مذاہب و تشتت جماعت۔ و شیوع بدعات، و احاطۂ تقلید، و سدّ باب اجتہاد کے مفاسد و مصائب اس زمانہ میں پوری طرح ظہور کر چکے تھے اور مسلمانوں کے علمی و عملی تنزل کا بیج اچھی طرح بارآور ہو چکا تھا۔ اس وقت بھی حدیث پر جان دینے والے اور مرٹنے والے حضرات سے دنیا خالی نہیں ہو گئی تھی بلکہ بڑے بڑے حفاظ و نقاد علوم و اعاظم نظر موجود تھے۔ ابوالفتح ابن سید الناس اشبلی۔ شمس الدین مقدسی۔ ابوالعلاء انصاری السبکی۔ قاضی ابن الزملکانی۔ سید ابوالمحاسن دمشقی۔ ابوعبداللہ حریری ابوالعباس ابن عمر الواسطی۔ حافظ ابوالفداء عماد الدین۔ حافظ احمد بن قدامہ مقدسی۔ ابواسحاق السعیدی۔ امام برہان الدین الفزاری۔ حافظ صلاح الدین بعلبکی۔ شیخ صفی الدین بغدادی۔ حافظ ابن شامہ دمشقی۔ قاضی تقی الدین دقوقی۔ شیخ عمر بن الوردی السبکی۔ حافظ ابوعبداللہ الذہبی۔ اور ان کے علاوہ بے شمار ائمہ و اعلام عہد جن کے حالات حافظ ذہبی اور ابن قدامہ عسقلانی کی مصنفات میں موجود ہیں۔ کون ہے جو ان بزرگوں کے فضل و کمال اور ورع و تقوی اور اتباع حق و سداد سے انکار کر سکتا ہے؟ علی الخصوص حافظ مزی، برزالی ابن دقیق العید اور حافظ ذہبی تو اس پایہ کے بزرگ تھے کہ ان میں سے ہر شخص علوم سنہ کا خزانہ اور حفظ و نقد کا امیر المومنین تھا۔ علمائے حدیث متاخرین میں کسی مصنف کا بھی ہم اخلاف امت و بیچارہ دور آخر پر اس درجہ احسان نہیں ہے جسقدر حافظ ذہبی کا۔ اور اگر کوئی اس وصف میں ان کا شریک ہے تو وہ صرف ان سے متاخر حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔ وَلَیْسَ لَهُمَا ثَالِثٌ یہی دو حافظ و ناقد علوم حدیث ہیں جنھوں نے نہ صرف سلف کے خزائن و ذخائر خلف کیلئے محفوظ کر دیئے بلکہ تمام مشکلات و معضلات کا رکو صاف کر کے اور ضبط و اتقان و تہذیب و ترتیب و تلخیص و تشریح و نقد رجال و اسناد سے آراستہ و پیراستہ کر کے تمام آنیوالی امت کیلئے اتباع سنت کی راہ بالکل سہل و آسان کر دی۔ علوم اسلامیہ پر پہلا دور تدوین کا گذرا ہے اور دوسرا انضباط و تنقیح و تہذیب و تنظیم کا علم حدیث کے دور دوم میں ان دو بزرگوں کی خدمات سب پر فائق اور سب سے انفع واقع ہوئی ہیں۔ یہ ان کی خدمات حسنہ کا نتیجہ ہے کہ آج یہ علم مقدس اس قدر صاف اور پاک ہو گیا ہے کہ طالبین علم بالحدیث کیلئے کسی طرح عذرداری و بہانہ جوئی کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ امت کا کوئی فرد اب یہ نہیں کہہ سکتا کہ حدیث پر عمل کرنا بمقابلہ کتب جدل و خلاف و قال اقول و کذا عند زید و کذا عند فلاں کے زیادہ مشکل ہے۔ بلکہ جس طالب صادق کا جی چاہے آنکھیں بند کرے اور اس صراط مستقیم پر بے غل و غش و بے خوف و خطر دوڑتا چلا جائے۔ ورضی اللہ عن الذہبی حیث یقول ؎

اَلْفِقْهُ قَالَ اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُهٗ + اِنْ صَحَّ، وَالْاِجْمَاعُ فَاجْهَدْ فِيْهِ

وَحَذَارِ مِنْ نَصْبِ الْخِلَافِ جَهَالَةً * بَيْنَ النَّبِيِّ وَبَيْنَ رَأْيِ فَقِيهِ (از تذکرہ)

اس شاندار خدمت اسلام وحفاظت دین کے بعد اب ان کی جانی قربانی پر نظر ڈالئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انھوں نے حق وباطل کے مقابلہ میں اپنے خون کے آخری قطرہ تک کی بھی پرواہ نہ کی اور دار ورسن کو خنداں وفرحاں چوم کر حق کے اعلان میں اپنے صبر واستقلال کی صفحۂ دنیا پر مہر ثبت کردی۔ یہی وجہ تھی کہ فخر رسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ (قیامت تک میری امت کی ایک جماعت کو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل رہیگی، ان کے دشمنوں کی مخالفتیں ان کو فنا نہ کرسکیں گی) کا مصداق امام الفقہاء والمحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسی پاک اور برگزیدہ ہستی کو اسی جماعت محدثین واہل حدیث کو قرار دینے پر مجبور کیا اور کہنا پڑا هُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ (وہ اہل حدیث ہی ہیں) وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي هٰذِهِ الطَّائِفَةِ إِنْ لَمْ يَكُونُوا هُمْ أَهْلَ الْحَدِيثِ فَلَا أَدْرِي مَنْ هُمْ یعنی امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اس حدیث میں طائفہ سے مراد اگر اہل حدیث نہیں ہیں تو پھر کون ہوسکتے ہیں؟ اور پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا أَهْلُ السُّنَّةِ وَلَا اسْمَ لَهُمْ إِلَّا وَاحِدٌ وَهُوَ أَصْحَابُ الْحَدِيثِ (غنیۃ الطالبین) یعنی اہل سنت کا ایک ہی نام ہے اور وہ نام اہلحدیث ہے۔ محدث ابن حبان نے حدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرھم علی صلوۃ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مجھ سے قریب تر وہ لوگ ہونگے جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتے ہیں کے تحت میں لکھا ہے فی ھذا الخبر بیان صحیح علی ان اولی الناس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القیمۃ یکون اصحاب الحدیث اذلیس فی ھذہ الامۃ قوم اکثر صلوۃ علیہ منھم وقال غیرہ لانھم یصلون علیہ قولا وفعلا کذا فی المرقاۃ (ترجمہ) اس حدیث میں اولی الناس کی بابت صحیح قول یہ ہے کہ قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب اصحاب الحدیث ہوں گے اس لئے کہ امت میں ان سے زیادہ کوئی جماعت آپ پر درود وسلام بھیجنے والی نہیں ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے بھی کہا ہے کہ اس حدیث میں اصحاب الحدیث ہی مراد ہیں کیونکہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قولاً وفعلاً درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں۔ الغرض فرقہ اہلحدیث کا وجود مسعود (کثر اللہ سوادھم) مسلمانان عالم کیلئے باعث رحمت وبرکت ہے ہاں ہاں اسلام کی زندگی اور تازگی جماعت اہلحدیث کیساتھ وابستہ ہے۔ چھٹی صدی یا ساتویں صدی کا دور بھی بہت پُرفتن اور درد انگیز گذرا ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو اندرون اسلام فرقہ بندیاں ہوچکی تھیں جن کا اصل اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ مشرکانہ رسم ورواج اور توہمات کے سیلاب میں سارے کے سارے مسلمان بہہ چکے تھے۔ دوسری طرف ہلاکو کی سرکردگی میں ان کے لشکر اہل اسلام کو فنا کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ یہ وہ وقت تھا کہ قیامت تک کیلئے قیام سنت اور دین خالص کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ ایک طرف تو مسلمانوں کے مقدس خون سے زمین لالہ زار کی جارہی تھی اور دوسری طرف مسلمانوں کے مایہ ناز علم وفن کو دریائے دجلہ کی نذر

کیا جا رہا تھا جس کی سیاہی سے کتنے روز تک پانی سیاہ ہو کر بہتا رہا۔ اس ظلم اور تعدی کے دور میں اللہ جل شانہ نے اہلحدیث کی ایک مایہ ناز اور قابل فخر شخصیت کو اپنا فرض منصبی ادا کرنے اور حفاظت اسلام کا کھلا ہوا ثبوت دکھانے کیلئے میدان میں آنیکی جرأت و توفیق عطا فرمائی۔ پھر کیا تھا اس فداکار اسلام نے اپنی جان سے للکار کر کہدیا کہ تجھے خدا نے جس مقصد کیلئے تخلیق کیا ہے ثابت قدمی اور عزیمت سے پورا کرکے دنیا کے سامنے اپنے اہلحدیث اور عاشق رسول اور محمدی ہونیکا ثبوت دکھادے چنانچہ حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ قربان گاہ اسلام میں آکھڑے ہوئے اس جسمانی جہاد کے ساتھ ساتھ بفضل ایزدی قلم کے گھوڑے بھی ارض قرطاس پر اس خوبی اور اس تیزی سے سرپٹ دوڑائے کہ مدتوں کے گمراہوں اور بھٹکے ہوؤں کو پھر سے جادۂ حق پر لا کھڑا کیا۔ حتیٰ کہ خود ان کے معاصرین کو یک زبان و قلم ہو کر اقرار کرنا پڑا ما رأینا مثلہ وانہ ما رأی مثل نفسہ ترجمہ نہ تو ہماری آنکھوں نے ان کا مثل دیکھا اور نہ خود ان کو اپنا سا کوئی نظر آیا ؏ اے مجموعۂ خوبی، بچہ نامت خوانم؟ خود حافظ ذہبی اپنے معجم شیوخ میں جب اس نادر الارض و اعجوبہ دہر کے اوصاف و مدائح لکھتے لکھتے تھک گئے اور ختم نہ ہوئے تو بالآخر یہ کہکر خاموش ہو جانا پڑا وھو اکبر من ان ینبہ علی سیرتہ مثلی۔ وواللہ لوحلفت بین الرکن والمقام انی ما رأیت بعینی مثلہ وانہ ما رأی مثل نفسہ لما حنثت (ترجمہ) ان کا مقام اس سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے کہ اگر میں خانہ کعبہ میں عین رکن و مقام کے درمیان کھڑے ہو کر قسم کھاؤں کہ نہ تو میری آنکھوں نے ان کا مثل دیکھا اور نہ خود انھوں نے اپنا ہمسر پایا تو میری قسم سچی ہوگی اور میرے لئے کفارہ میں نہیں ہوگا وکفاک الذہبی شاہدا

آخرکار اس مجاہد اسلام کی شہادت انھیں خدمات کے سلسلہ میں قیدخانہ میں ہوئی اناللہ (تذکرۃ الحفاظ میں بالاختصار اور تاریخ اسلام میں بالتفصیل وخصوصیت کے ساتھ ان کے ابتلاء و محن اور شام و مصر کے دلگداز حالات لکھے گئے ہیں) جنھیں ہم بخوف طوالت نظرانداز کرتے ہیں۔ ؏ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

(بقیہ صفحہ ۱۹) **ایک نکتہ** یہاں پر یہ نکتہ بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کہ مذکورہ بالا آیتوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانے کے کافروں کا یہ عقیدہ تھا کہ جو بشر ہو وہ رسول اور پیغمبر نہیں ہو سکتا یعنی ایک ہی شخص بشر بھی ہو اور پیغمبر بھی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ اسی کی تردید میں انبیاءؑ نے کہا اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی ہم تمہاری ہی طرح بشر ہیں (مگر ہم پر وحی آتی ہے یعنی ہم بشر بھی ہیں اور پیغمبر بھی) اس نکتہ کے سمجھ لینے کے بعد آج کل کے وہ مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہیں مانتے اپنے عقیدہ پر غور کریں کہ کیا ان کے اس عقیدے کا مطلب بھی یہی نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر بھی ہوں اور بشر بھی۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تو گویا جس طرح پہلے زمانے کے کافروں کے نزدیک بشریت اور پیغمبری دونوں کا ایک شخص میں جمع ہونا مستبعد یا محال تھا اسی طرح آجکل کے ان مسلمانوں کے نزدیک بھی یہ بعید ہے اسی لئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مانتے ہوئے بشر ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ دوستو! قرآن مجید کی آیتوں کو سامنے رکھکر انصاف کے ساتھ اپنے عقیدہ پر غور کرو، کہ کس طرح نادانستہ طور پر تم اس عقیدہ میں کافروں کے عقیدہ کے ساتھ مشابہت پیدا کر رہے ہو پس اللہ سے توبہ کرو اور اس عقیدہ کی اصلاح کرو۔